محمد طاہر قریشی
استاد، شعبۂ اُردو
ڈی۔ جے۔ سندھ گورنمنٹ سائنس کالج، کراچی

دیوان ماتم☆، مرتبہ: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
(ایک مختصر مطالعہ)

ABSTRACT

Divan of Matam: Edited by Dr. Nabi Baksh Baloch (a brief study)
By Muhammad Tahir Qureshi, Lecturer, Govt. D.J. Science College, Karachi.

Renowned scholar and researcher Dr. N.A. Baloch had discovered a rare manuscript of Fazl Muhammad Tayyab Hyderabadi Matam, a prominent poet of Talpur era. Dr. Baloch had edited and annotated the manuscript which was published too. This article evaluates, and critically reviews the edited version of Divan of Matam.

عالمی شہرت یافتہ محقق، ادیب، دانشور، ماہرِ تعلیم اور استاد ڈاکٹر نبی بخش بلوچ (۱۹۱۹ء۔۲۰۱۱ء) کے علمی و تحقیقی کارناموں کا محض احاطہ کرنا ہی ایک طویل مقالے کا متقاضی ہے۔ کیوں کہ ڈاکٹر بلوچ کے کارہائے نمایاں کثیر جہتی ہی نہیں کثیر لسانی بھی ہیں۔ آپ نے سندھی کے ساتھ ساتھ انگریزی، عربی، فارسی اور اُردو زبان میں گراں قدر تحقیقی سرمایہ چھوڑا ہے۔ برِعظیم پاک و ہند میں آپ کے علاوہ ایسا کوئی محقق نہیں جس نے بیک وقت پانچ زبانوں میں تحقیقی و علمی خدمات انجام دی ہوں۔

اُردو میں ڈاکٹر بلوچ نے پانچ کتابوں کی تالیف و ترتیب کی ہے جن میں دو دواوین ہیں۔ یعنی دیوان صابر اور دیوان ماتم۔ زیرِ نظر مقالے میں مؤخر الذکر دیوان کا جائزہ لیا گیا ہے جس کے شاعر فضل محمد طیب حیدرآبادی ماتمؔ (۱۴۔۱۸۱۵ء۔۱۸۹۷ء) ہیں جو تالپور دور کے نمایاں ترین شاعروں میں سے ایک تھے جنھوں نے سندھی کے علاوہ اُردو میں بھی اپنے شاعرانہ کمال کا اظہار نہایت عمدگی سے کیا ہے۔

دیوان ماتم کا قلمی نسخہ ڈاکٹر بلوچ کو حیدرآباد میں نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا تھا۔ بعض صفحات آپس میں جڑے ہوئے تھے، کئی مقامات پر پورے پورے اشعار مسخ ہو کر پڑھنے کے قابل نہیں رہے تھے، متن کا سندھی املا اور کتابت کی غلطیاں اس پر مستزاد تھیں (۱)۔

ڈاکٹر بلوچ نے سخت محنت اور دیدہ ریزی سے پورے نسخے کا مطالعہ کیا جہاں جہاں ممکن تھا ترتیب و تصحیح بھی کی اور

بالآخر ۱۹۹۰ء میں سندھ کے ایک قادرالکلام شاعر کی تخلیق کو منظرِ عام پر لانے میں کامیاب ہوئے۔

دیوان ماتم کے مطالعے سے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے شعری ذوق اور تحقیقی گیرائی اور گہرائی کو سلام کرنے کو دل چاہتا ہے کہ انھوں نے خطۂ سندھ سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے مایۂ ناز شاعر سے اُردو دنیا کو روشناس کرایا جس کا دیوان اگر وقت پر شائع ہو جاتا تو یقیناً اس لائق تھا کہ محمد حسین آزاد، آبِ حیات میں اور ڈاکٹر جمیل جالبی تاریخ ادبِ اُردو میں اسے خراجِ تحسین پیش کرتے۔

ماتم کے دورِ شاعری کا آغاز اس وقت ہوا جب ان کے معنوی استاد آتشؔ لکھنؤ میں اپنے جوبن پر تھے اور دہلی کی محفلِ سخن میں غالبؔ، ذوقؔ، حالیؔ، مومنؔ، شیفتہؔ، بہادر شاہ ظفرؔ اور داغؔ کی دھوم تھی اور ان سب سے دور ریگ زار سندھ کا غیر از اہل زبان شاعر سہل ممتنع میں

گرچہ لاکھوں لکھے گئے دفتر
قصّۂ عشق ناتمام رہا

(دیوان ماتم، ص۶)

جیسے اشعار کی تخلیق میں مصروف تھا۔ ڈاکٹر شاہدہ بیگم نے اپنے پی ایچ۔ڈی۔ کے مقالے میں غلط نہیں کہا ہے کہ ''ان کا کلام اگر دہلی اور لکھنؤ پہنچتا تو غالبؔ و مومنؔ کے بعد کی نسل احسنت و آفریں کہے بغیر نہ رہتی (۲)۔''

پیش نظر انتہائی مختصر مقالے میں ماتم کی شاعری کا ایک مختصر جائزہ اسی قول کے تناظر میں لیا گیا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ اوّلاً ماتم کے شعری مقام کا کچھ اندازہ ہو سکے ثانیاً ڈاکٹر بلوچ کو اس تحقیقی کارنامے پر خراجِ تحسین پیش کیا جائے جنھوں نے ماتم ایسے شاعر کو دریافت (جی ہاں اس مقام پر دریافت ہی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا) کر کے اُردو دنیا کو ایک ایسے قادرالکلام شاعر سے رُوشناس کرایا ہے جس کے شعری کمالات سے اسے پہلے آگاہی نہ تھی۔

''اُردو اور فارسی شاعری میں ماتم کا مطالعہ کافی وسیع تھا (۳)۔'' جس کی گواہی دیوان ماتم میں موجود الف تا ے تقریباً ہر ردیف میں کہی گئی ۲۱۹ غزلوں سے ملتی ہے۔ تاہم تغزّل سے بھرپور ان غزلیات میں ماتم بیک وقت حمد، نعت اور منقبت کے اشعار بھی شامل کرتے ہیں۔ زبان پر عبور ہے اور بعض ناہمواریوں سے قطع نظر قادرالکلامی جگہ جگہ جھلکتی ہے۔ بقول ڈاکٹر بلوچ، ''ماتم نے اُردو زبان میں اتنی دسترس بہم پہنچائی کہ ان کو اہل زبان سے دعوائے ہمسری کی ہمّت ہوئی (۴)۔'' آتش کو اپنا معنوی استاد مانتے ہیں (۵) لیکن ان کی زبان میں دہلی اور لکھنؤ دونوں دبستانوں کی خصوصیات نظر آتی ہیں۔ دیوان میں کہیں کہیں متروک الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے نیز چند ایک مقامات پر سندھی الفاظ کو بھی نظم کیا ہے۔ ماتم کے معاصرین سندھی شعراء میر عبدالحسین سانگی، غلام محمد شاہ گدا، کمال الدین مست اور غلام مرتضیٰ شاہ مرتضائی نے نہ صرف انھیں کھل کے سراہا ہے بلکہ ان کے اتباع میں غزلیں بھی کہی ہیں (۶)۔ خود ماتم کو بھی اپنی عظمت کا

احساس تھا جس کا اظہار انھوں نے کئی اشعار میں کیا بھی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر کہتے ہیں:

شاعران سندھ سے ماتمؔ، تم آج
شعر میں دعوائے خاقانی کرو

(ص ۲۰۶)

اس دعوے کی روشنی میں یہ بات مبنی بر حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ "اُردو میں تو وہ سندھ کے پہلے شاعر تھے جنھوں نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ کبھی خاقانی اور جامی کی ہمسری کا دعویٰ اور کبھی سودا و آتش اور رند کو للکار دیا حالاں کہ وہ ان سب کے پرستار تھے (۷)۔"

ماتم کے شعری مقام و مرتبے کا اندازہ لگانے کے لیے سطور زیریں میں چند عنوانات کے تحت ان کے منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ چونکہ تمام اشعار دیوان ماتم سے لیے گئے ہیں اس لیے حواشی کو زیر بار نہیں کیا گیا ہے اور شعر کے ساتھ ہی قوسین میں اس کا صفحہ نمبر لکھ دیا گیا ہے۔

سوز و گداز:

تغزّل کے لوازمات میں سے ایک سوز و گداز ہے جس کی ایک لہر ماتم کے اشعار میں جاری و ساری نظر آتی ہے جو بعض مقامات پر شدّت بھی اختیار کر لیتی ہے اور کہیں کہیں کرب آمیز کراہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

یا وفا تھی اس قدر یا بے وفائی اس قدر
آشنائی اس قدر نا آشنائی اس قدر
ساتھ رہتے تھے سدا یا منھ بھی دکھلاتے نہیں
یا نہ ہوتے تھے جدا یا ہے جدائی اس قدر

(ص ۱۰۵)

کریں کس سے بیاں ہم حالت رنج و محن اپنا
نہ ہم دم ہے نہ ہم غم ہے نہ کوئی ہم وطن اپنا

(ص ۴۵)

احوال عاشقی کا مرے عام ہو گیا
ہے ہے میں خاص و عام میں بدنام ہو گیا

کہتا تھا روز مجھ سے کہ مرتا نہیں کہیں
ظالم موا میں اب تو ترا کام ہوگیا

(ص۵)

کوئی کسی کا دوست نہیں ان دنوں مگر
غم آشنا ہمارا ہے ہم آشنائے غم

(ص۱۵۷)

روتے تھے رات طائر گلزار زار زار
کیا واقعہ ہوا ہے صبا ماجرا کہو

(ص۲۰۱)

سینہ ہزار ہائے تمنّا سے پر تھا پر
قسمت قفس سے لے نہ گئی بوستاں تلک

(ص۱۴۳)

کیا کیجے بے کسی کا کسی سے بیان ہائے
دلدار بس میں ہے نہ دل بے قرار ہے

(ص۲۳۰)

سب کو مارا مجھے قاتل نے تڑپتا چھوڑا
قتل کا بھی نہ ہوا ہوں میں سزاوار ہنوز

(ص۱۱۸)

ندرت خیال:

اگرچہ ماتم کے کلام میں اساتذہ کے مضامین کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے ہاں خیال کی ندرت کے عمدہ نمونے بھی ملتے ہیں۔ سچی بات تو ہے کہ اُردو کی مستحسن شعری روایت میں ماتم نے کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کیا ہے۔

پاؤں پڑتا ہوں تمھارے اب تو اے دست جنوں
دامن جاناں پکڑ میرا گریباں چھوڑ کر

(ص۱۱۰)

کس طرح جاؤں ترے کوچے سے یار
ضعف کے ہاتھوں سے پا اٹھتا نہیں

(ص ۱۷۷)

شکر ہے جو مجھ کو خالق نے بنایا ناتواں
یعنی دست زور تو کس پر چلا سکتا نہیں

(ص ۱۹۳)

رشک آتا ہے مجھے آئینے کے اقبال پر
دیکھتا ہے قبل رخ رکھ کر جو جاناں، آئینہ

(ص ۲۱۳)

مجھ تشنہ کو سیراب کرے گا تو نہ ہوگا
احسان ترا خنجر فولاد فراموش

(ص ۱۲۳)

خوف رسوائی کا ہم کو اپنے اشکوں سے ہوا
مفت غم کھانا پڑا اس ناخلف اولاد کا

(ص ۴۹)

معاملہ بندی:

معاملہ بندی کا موضوع ماتم کے محبوب موضوعات میں سے ہے۔ محبوب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، اس کے لب و رخسار اور قد و قامت کی توصیف میں ان کا قلم خوب رواں ہوتا ہے اس مقام پر وہ اپنے لکھنوی استاد کا رنگ اپنانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اب تو اے غنچہ دہن مل مجھ سے ورنہ مثل گل
تجھ کو بھی رسوا کروں کروں گا اپنے پیراہن کو پھاڑ

(ص ۱۱۶)

ان کی آنکھوں کے مقابل ہے اندھیرا ہوتا
عاشقوں سے رخ روشن کو نہ زنہار لپیٹ

(ص ۸۰)

نازکی سے گردن نازک میں پڑ جاتے ہیں خط
پہن کر وہ گل جو کرتا ہے گلوں کا ہار، خواب

(ص ۵۴)

پان کھا کر کے کم ہنسو صاحب
خون عشاق مت کرو صاحب

(ص ۵۱)

قامت موزوں کا تیرے ہے میاں مشتاق دل
ورنہ ہیں اس باغ میں سرو صنوبر سیکڑوں

(ص ۱۸۲)

بس ہے ابرو کا اشارہ بھی برائے قتل عام
ڈالتے ہو ہاتھ کیوں کر قبضۂ شمشیر میں

(ص ۱۹۲)

سن کر بت بے رحم کو آجائے ترحّم
ایسا تو الٰہی مرے نالوں میں اثر دے

(ص ۲۱۹)

یہ روئے آتشیں پر خط نہیں یار
کسی عاشق کے آہوں کا دھواں ہے

(ص ۲۲۲)

ایک ہی تیر مژہ سے مجھے دو پارہ کیا
اے کماں ابرو چہ خوش ہے تری ناوک فگنی

(ص ۲۷۵)

تیرے قدموں پہ فدا کرتا ہوں سر
اور تو کچھ مجھ سے ہو سکتا نہیں

(ص ۱۷۷)

شوخی:

ماتم نے کہیں کہیں شوخی سے بھی کام لیا ہے۔ اور روایتی طور پر زاہد اور واعظ ہی ان کا نشانہ بنے ہیں۔

کوچۂ خوباں میں اے زاہد نہ جا
ورنہ بیچیں گے تری دستار شوخ

(ص ۹۳)

کل بہشت بریں میں بھی واعظ
عشق کا ہی معاملہ ہوگا

(ص ۱۴)

نقد دل گر مانگتا ہوں یار سے
بولتا ہے جا کے دیوانی کرو

(ص ۲۰۶)

سہل ممتنع:

ماتم کی سادگی، سلاست اور روانی کبھی کبھی سہل ممتنع کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے۔

دل نادان کو ہم ساتھ لیے پھرتے ہیں
دشمن جان کو ہم ساتھ لیے پھرتے ہیں

(ص ۱۸۴)

بات کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
ہم نہیں مانتے تمھاری بات

(ص ۶۸)

خبر سن کر مرے مرنے کی بولا
موا اچھا ہوا میری بلا سے

(ص ۲۸۵)

کوئی آزاد ہو تو ہو یارو
ہم تو ہیں عشق کے اسیروں میں

(ص ۱۷۴)

نہ پوچھو ابتدا و انتہا سے
مری ہے ابتدا و انتہا، خاک

(ص ۱۴۴)

اخلاقی مضامین:

اُردو شعراء کے ہاں محض فرضی محبوب کے قصے ہی نہیں بلکہ پند و نصائح کی حکایات بھی بیان کی جاتی رہی ہیں۔ ماتم نے بھی اپنی شاعری میں اخلاقیات کو خاصی اہمیت دی ہے۔

مت کہو مر گئے وہ جیتے ہیں
جن کا دوراں میں نیک نام رہا

(ص ٦)

رہرو ملک عدم جو جانتے ہیں آپ کو
منزل ہستی میں وہ کرتے نہیں زنہار خواب

(ص ۵۴)

کل یہ ہوا پیادہ چلائے گی تیری خاک
گو آج تو سمند ہوا پر سوار ہے

(ص ۲۳۴)

نکو نامی کو کر اپنا ذخیرہ
اگر چاہے حیات جاودانی

(ص ۲۲۹)

ہو چکے راہی عدم کو سیکڑوں لشکر نشاں
دار دنیا میں سدا دارا نہ اسکندر رہا

(ص ۴۴)

الٰہی دے زبان نیک تقریر
زبان بد سے بہتر بے زبانی

(ص ۲۲۸)

رجائیت:

سوز و گداز کے باوجود ماتم کی شاعری میں یاسیت کے بجائے امید غالب ہے۔ وہ نہ خود مایوس ہوتے ہیں اور نہ

پڑھنے والے کو ہونے دیتے ہیں۔

ماتم نہ نا امید خدا کے کرم سے ہو
محروم کب کریم کے در سے گدا گیا

(ص۱۷)

رحمت ایزدی سے ماتم کو
نا امیدی نہیں ہے یاس نہیں

(ص۱۷۱)

یارب رجا کو ہے مرے ترجیح خوف پر
تجھ کو کریم جان کے کرتا ہوں میں گناہ

(ص۲۱۲)

خدا حافظ ہے کشتی کا ہمارے
ہمارا کام کیا ہے ناخدا سے

(ص۲۸۵)

تصوّف کی چاشنی:

انیسویں صدی تک آتے آتے اُردو غزل میں تصوّف کی روایت جڑ پکڑ چکی تھی۔ خصوصاً دبستان دہلی کے شعراء کے ہاں صوفیانہ موضوعات کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس دور کے معروف شعراء میں (مومن کے استثنیٰ کے ساتھ) شاید ہی کوئی شاعر ہوگا جس نے صوفیانہ مضامین سے اعتنا نہ کیا ہو۔ ماتم بھی کیوں پیچھے رہتے۔ تاہم ان کا تصوّف زیادہ تر رسمی اور روایتی ہی معلوم ہوتا ہے۔

جب پتا مسکن اصلی کا بخوبی پایا
قالب تن کو مرے، روح نے زنداں سمجھا

(ص۹)

ایک جلوہ میں غش کیا موسیٰ
دید کا کس کو حوصلہ ہوگا

(ص ۱۴)

گر بقائے جاودانی ہے طلب
ذات حق میں آپ کو فانی کرو

(ص ۲۰۵)

کہوں میں کیا مکاں اس کا کہاں ہے
نشاں اس کے مکاں کا بے نشاں ہے

(ص ۲۲۲)

رندانہ مضامین:

اُردو کے شاعروں کا ایک محبوب موضوع ساغر و مینا اور اس کے متعلقات ہیں۔ ماتم نے بھی اس پر طبع آزمائی کی ہے اور مستی میں ڈوبے ہوئے اشعار تخلیق کیے ہیں۔

بغیر دلبر و ابر و گل وبہار ہمیں
بجا ہے خون جگر گر پییں بجائے قدح
ہوں میں بھی خادم خدّام مے کدہ آخر
شراب ناب کی ساقی مجھے پلائے قدح

(ص ۸۸)

اس کی آنکھیں ہیں شرابی تو گلابی اس کے چشم
دونوں ہیں یکساں دلا مخمور کس کا ہور ہوں

(ص ۱۸۹)

توبہ مے سے کرو توبہ اگر شیخ پیو
کف ساقیٔ خوش آغاز خوش انجام سے جام

(ص ۱۵۶)

ساقی پلا دے وہ مے سرشار مجھ کو تو
مستی میں جو نہ سمجھوں میں سود و زیاں تلک

(ص ۱۴۳)

قادرالکلامی:

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ ماتم کو اُردو اور فارسی پر مکمّل عبور حاصل تھا۔ ثبوت میں ماتم کے بے شمار ایسے اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں فارسی تراکیب کو کمال مہارت سے باندھا گیا ہے۔ کہیں سنگلاخ زمینیں ہیں تو کہیں مشکل ردیفیں۔ ان اشعار کے مطالعے سے ایک قسم کی خوش گوار حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح دلّی اور لکھنؤ سے کوسوں دور ایک سندھی شاعر ایسے اشعار کی تخلیق پر قادر تھا۔

پیشتر بھی بیشتر خوباں تھے پر کس کو نہ تھی
خود خیالی، خود پسندی، خود نمائی، اس قدر

(ص ۱۰۵)

کس طرح نازاں نہ ہوں ہم یار پر
چاہیے یاروں کو یاروں پر گھمنڈ

(ص ۹۸)

ہزاراں دل میں پیچ و تاب کھائے فکر بھی باندھی
نہ آیا دام میں پر طائر مضمون کا کل کا

(ص ۲)

کوئی مقتول ابرو ہے کوئی ہے کشتۂ مژگاں
شہید ناز ہے کوئی نگاہ چشم قاتل کا

(ص ۲۶)

خط دیکھ کر مرا مرے قاصد سے یوں کہا
کیا گل نہیں ہوا وہ چراغ سحر ہنوز

(ص ۱۱۷)

چھوٹتا ہے ایک تو پھنستے ہیں آ کر اس میں دو
آج کل ہے گرم تر کیا خوب بازار قفس

(ص۱۲۱)

ہاتھوں کو پھر ہوا ہے گریباں دری کا شوق
پاؤں کو پھر ہوئی ہے سلاسل کی آرزو

(ص۲۰۲)

مارتے ہیں مجھ کو باہم ہو کے چار
حسرت وغم، یاس وحرماں، الغیاث

(ص۸۱)

بے رہبریٔ شوق دل بے قرار کے
معشوق کی گلی میں گزر ہے غلط غلط

(ص۱۲۸)

بے لحاظوں کی طرح توڑ نہ یکبار لحاظ
توڑنا ہے بھی جو یاروں سے تو اے یار، لحاظ

(ص۱۳۰)

ہم تو ہیں یار ترے جور و جفا سے محظوظ
ہم کو کیا گر ہو کوئی مہر و وفا سے محظوظ

(ص۱۳۱)

گر نہ سمجھا مدّعی نے شعر میرا کیا ہوا
اس گہر کے واسطے درکار ہے گوش فہیم

(ص۱۵۵)

چھوٹی بحریں:

چھوٹی بحروں کا چابک دستی سے استعمال شعر میں ایک خاص ترنّم پیدا کرتا ہے۔ ماتم اس بات سے کماحقہٗ آگاہ ہیں۔

کس طرح نازاں نہ ہوں ہم یار پر
چاہیے یاروں کو یاروں پر گھمنڈ

(ص۹۸)

شہید ناز قاتل ہوں میں یارو
لگی ہے مجھ کو تلوار محبت

(ص۷۶)

دوستو خوار کر دیا ہے مجھے
دل کو دشمن گماں کروں نہ کروں

(ص۱۷۵)

جو کوئی عاشق خوباں ہو یارو
کرے قطع امید زندگانی

(ص۲۲۶)

ڈستے ہیں عاشق پریشاں کو
دونوں زلفیں ہیں سانپ کا جوڑا

(ص۱۵س)

عدم کو کوچ کی آمادگی کر
کہ ہے ماتم یہ دنیا دار فانی

(ص۲۲۹)

ملایا خاک میں گردون دوں نے
نشان قصر کسریٰ افسر کے

(ص۲۴۲)

صنائع بدائع:

جہاں تک شعری صنعتوں کا تعلّق ہے۔ ماتم کے کلام میں ان کی بھی کمی نہیں ہے۔ تاہم صنعتوں کا معاملہ ایسا ہے کہ بقول سید عابد علی عابد ''جب کلام فصیح و بلیغ نہ ہو تو صنائع لفظی و معنوی کی موجودگی صرف آورد ہو سکتی ہے۔''(۸) لیکن ماتم کے ہاں اکثر صنعتیں بے ساختہ آئی ہیں۔ بہ خوفِ طوالت چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مثلاً رعایت لفظی میں مندرجہ ذیل اشعار:

مصحف رخ کی اپنے کھاؤ قسم

ہاتھ مصحف پہ مت رکھو صاحب

(ص۵۱)

گر دیکھتا یکبار تجھے چاہ سے یوسف
ہو جاتا گرفتار ترے چاہ ذقن کا

(ص۱۰)

کیا کہوں دن کو کس قدر رویا
رات دلبر کو دیکھ رویا میں

(ص۱۷۰)

عجب قدرت خدا کی ہے کسے تکیہ نہیں ملتا
کوئی تکیہ لگا بیٹھا ہے خوش ایوان شاہی میں

(ص۱۹۰)

زلف خم درخم کے سلجھانے کو اے محبوب من
استخوان شانۂ عاشق سے شانہ چاہیے

(ص۲۲۵)

دربار میں نہ بار دیا ایک بار بھی
مرقد میں لے چلی تری محفل کی آرزو

(ص۲۰۲)

نیز حسن تعلیل کی مثال:

کس کے جویا ہیں مہ و خورشید جو
رات دن کرتے نہیں زنہار خواب

(ص۵۶)

تکرار لفظی:

''ماتم نے جابجا تکرار لفظی کا استعمال بڑی خوبی سے کیا ہے(۹)۔'' وہ الفاظ کے صوتی تاثر سے خوب کام لیتے ہیں۔ جیسے:

تیرے نالوں میں نہیں ہیچ بھی آثار اثر
اے دل زار ہے دلدار دل آزار ہنوز

(ص۱۱۸)

کیا دیا تو کیا لیا تو کیا کیا
آہ جب پوچھیں گے کیا بولیں گے تب

(ص۶۱)

یارب تو مختیار مرے کام کا ہے بس
بے اختیار ہوں میں تجھے اختیار ہے

(ص۲۳۲)

مریض عشق بچنے کا نہیں اے چارہ گر ہرگز
عبث بے چارہ کے حق میں تمھاری چارہ سازی ہے

(ص۲۸۴)

مت پوچھ جیب و دامن عاشق کا حال یار
یہ چاک چاک غم سے ہے وہ تار تار ہے
تجھ بن ہمارا اے گل لالہ عذار دیکھ
دل داغ داغ غم سے جگر خار خار ہے

(ص۲۳۵)

گر سروساماں خدا سے چاہتا ہے اے فقیر
تو خدا کے واسطے اپنے سروساماں کو چھوڑ

(ص۱۱۱)

بہ خوفِ طوالت دیگر صنعتوں کی مثالیں نظر انداز کی جاتی ہیں۔

غزل میں نعت اور منقبت کے اشعار:

''ماتم نے ماتم آل عبا ہو کر تخلّص ہی ماتم اختیار کر لیا تھا(۱۰)۔'' نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہل بیت کی محبت کی مثالوں سے ان کی شاعری بھری پڑی ہے۔صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

ہم سدا ہیں عاشق محبوب ربؐ

جو شفاعت کا ہمارے ہے سبب

(ص۶۱)

منزل مقصود کو پہنچا وہی مرد خدا
جو کوئی ماتم رہ شرع پیمبر لے گیا

(ص۴۳)

مصطفٰی و مرتضٰی دونوں مرے حامی ہیں بس
کیوں کرائے ماتم بھلا مجبور کس کا ہو رہوں

(ص۱۸۹)

یا مرتضٰی علی ہے ترا نام پاک بھی
تعویذ طفل، تیغ جواں، تکیہ پیر کا

(ص۱)

حقیقت یہ کہ دیوان ماتم کے محاسن کا جائزہ اس نہایت مختصر مقالے میں نہیں لیا جا سکتا۔ دیوان مذکور بجا طور پر اس کا مستحق ہے کہ اس پر تفصیلی تحقیقی مقالے لکھے جائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس دیوان کی دریافت اور پھر نہایت دقّتِ نظری سے اس کا مطالعہ اور اس کی ترتیب وتدوین، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے ان تحقیقی کارناموں میں سے ہے جس کو اُردو شاعری کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اُردو دنیا ڈاکٹر صاحب کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ محمد ارشد شیخ نے بالکل درست کہا ہے کہ ساری زندگی علم و ادب کی خدمت میں مصروف رہنے والے ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے کام کو دیکھ کر وہ مسلم علماء یاد آ جاتے ہیں جن کی کتابوں کے صفحات ان کی زندگی کے دنوں سے زیادہ ہوتے تھے۔(۱۱)

حواشی:

☆ ماتم، فضل محمد طیّب حیدرآبادی، دیوانِ ماتم، تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ (حیدرآباد: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۹۰ء)

(۱) بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، پیش لفظ بر دیوان ماتم (حیدرآباد: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۹۰ء)، ص۲۔
(۲) شاہدہ بیگم، ڈاکٹر، سندھ میں اُردو (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۰ء)، ص۲۵۷۔
(۳) بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، سندھ میں اُردو شاعری (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۸ء)، ص۲۱۱۔
(۴) ایضاً، ص۲۱۴۔
(۵) بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، پیش لفظ، محوّلہ بالا، ص۱۱۔
(۶) ایضاً، ص۹۔
(۷) شاہدہ بیگم، ڈاکٹر، محوّلہ بالا۔

(۸) عابد علی عابد، سیّد، البدیع (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵ء) ص ۱۱۰۔
(۹) بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، پیش لفظ محوّلہ بالا ص ۱۵۔
(۱۰) ایضاً ص ۷۔
(۱۱) شیخ محمد راشد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ (سوانح حیات اور خدمات)، (کراچی: محکمۂ ثقافت، حکومتِ سندھ، ۲۰۱۴ء) ص ۲۱۱۔

مآخذ:

۱۔ بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، پیش لفظ بر دیوان ماتم، حیدرآباد: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۹۰ء۔
۲۔ ________، سندھ میں اُردو شاعری، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۸ء۔
۳۔ بیگم، شاہدہ، ڈاکٹر، سندھ میں اُردو، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۰ء۔
۴۔ شیخ، محمد راشد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ (سوانح حیات اور خدمات)، کراچی: محکمۂ ثقافت، حکومتِ سندھ، ۲۰۱۴ء۔
۵۔ عابد، سیّد عابد علی، البدیع، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵ء۔

نثار ترابی
صدر، شعبۂ اُردو
گورنمنٹ کالج آف کامرس، راولپنڈی

غزل اور عصری آشوب